روزنامہ
الفضل
ربوہ
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
فون: ۴۴۹
ایڈیٹر: نسیم سیفی
۱۱۵
جلد ۳۹ | ۱۶ شوال ۱۴۰۹ھ ۲۲ ہجرت ۱۳۶۸ ۲۲ مئی ۱۹۸۹ء | ۱۱۵
Digitized by Khilafat Library Rabwah

اخبار احمدیہ

سیدنا و امامنا محبوب آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز لندن میں بخیر و عافیت قیام فرما ہیں۔ حضور انور دن رات اہم خدماتِ دینیہ میں مصروف ہیں اور احمدیت کی دوسری صدی کے پہلے سال کی تاریخ ساز سرگرمیوں میں ہمہ تن متوجہ ہیں۔

احباب کرام خصوصی توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولا کریم اپنے فضل و رحم سے جان سے پیارے آقا ایدہ اللہ کو صحت و سلامتی سے رکھے اور ہر لمحہ اپنی تائید سے نوازتا رہے۔

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

"ہم اپنے خدا تعالیٰ پر یہ قوی ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اپنے صادق بندہ کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی طرح اگر وہ آگ میں ڈالا جائے تو وہ آگ اس کو جلا نہیں سکتی ہمارا مذہب یہی ہے کہ ایک آگ نہیں اگر ہزار آگ بھی ہو تو وہ جلا نہیں سکتی۔ صادق اُس میں ڈالا جاوے تو ضرور بچ جاوے گا۔ ہم کو مگر اس کام کے مقابلہ میں جو خدا تعالیٰ نے ہمارے سپرد کیا ہے آگ میں ڈالا جاوے تو ہمارا یقین ہے کہ آگ جلا نہیں سکے گی اور اگر شیروں کے پنجرہ میں ڈالا جاوے تو وہ کھا نہ سکیں گے۔ میں یقیناً کہتا ہوں کہ ہمارا خدا وہ خدا نہیں جو اپنے صادق کی مدد نہ کر سکے۔ بلکہ ہمارا خدا قادر خدا ہے جو اپنے بندوں اور اس کے غیروں میں مابہ الامتیاز رکھ دیتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر دعا بھی ایک فضول شے ہے۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو کچھ میں خدا تعالیٰ کی نسبت بیان کرتا ہوں اس کی قوتیں اور طاقتیں اس سے بھی کروڑ در کروڑ درجے بڑھ کر ہیں جن کو ہم بیان نہیں کر سکتے۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۹۰، ۲۹۱)

"ہمارے اختیار میں ہو تو ہم فقیروں کی طرح گھر بہ گھر پھر کر خدا تعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں اور اس ہلاک کرنے والے شرک اور کفر سے جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ لوگوں کو بچالیں۔ اگر خدا تعالیٰ ہمیں انگریزی زبان سکھا دے تو ہم خود پھر کر اور دورہ ..... کریں اور اسی طرح .... میں زندگی ختم کر دیں خواہ مارے ہی جاویں۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۹۲)

"جوں جوں انسان بڈھا ہوتا جاتا ہے۔ دین کی طرف بے پروائی کرتا جاتا ہے۔ یہ نفس کا دھوکا اور سخت غلطی ہے جو موت کو دور سمجھتا ہے۔ موت ایک ایسا ضروری امر ہے کہ اس سے کسی صورت میں بچ نہیں سکتے اور وہ قریب ہی قریب ہے۔ ہر ایک نیا دن موت کے زیادہ قریب کرتا جاتا ہے۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ بعض آدمی اوائل عمر میں بڑے نرم دل تھے لیکن آخر عمر میں آکر سخت ہو گئے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ نفس دھوکا دیتا ہے کہ موت ابھی بہت دور ہے۔ حالانکہ بہت قریب ہے موت کو قریب سمجھو تا کہ گناہوں سے بچو۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۹۶)

مورخہ ۱۵ مئی ۱۹۸۹ء کو بیت المبارک ربوہ میں بعد از نماز عصر محترم مولانا سلطان محمود انور صاحب ناظر اصلاح و ارشاد نے دو خادمان سلسلہ کے بچوں کے دو نکاحوں کا اعلان فرمایا۔ پہلا نکاح محترم مولانا ابو المنیر نور الحق صاحب کے صاحبزادے عزیز مکرم دبیر الحق صاحب کا تھا جو مکرم خواجہ مبارک احمد صاحب کی صاحبزادی عزیزہ مکرمہ طیبہ سلطانہ صاحبہ سے پچاس ہزار روپے حق مہر پر قرار پایا تھا۔

دوسرا نکاح صیغہ نود نویسی کے انچارج مکرم مولانا یوسف سلیم ملک صاحب کی صاحبزادی عزیزہ مکرمہ نعمانہ سلیم صاحبہ کا تھا جو مکرم ودود احمد صاحب بدر ابن مکرم عبدالستار صاحب بدر دار الصدر غربی ربوہ حال مقیم سٹالبرگ مغربی جرمنی سے ۵۱ ہزار روپے حق مہر پر قرار پایا تھا۔ مکرم ودود احمد بدر صاحب بوقت نکاح موجود نہیں تھے لہٰذا انہوں نے اپنی طرف سے اپنے والد محترم کو وکیل مقرر کیا تھا۔ اس موقعہ پر محترم مولانا سلطان محمود انور صاحب نے خطبہ دیتے ہوئے دین حق کی نشاۃ ثانیہ کی علامات میں سے ایک علامت کا ذکر کیا جس میں بتایا گیا ہے کہ جب نشاۃ ثانیہ کا زمانہ آئے گا تو حق کسی ایک قوم یا ایک خطے میں محدود نہیں رہے گا بلکہ بین الاقوامی سطح پر پھیلے گا۔ اور تمدنی آمد و رفت اور رشتوں کے بڑھانے کے نئے نئے مواقع پیدا ہوں گے۔ آج جبکہ جماعت احمدیہ ۱۲۲ ممالک میں پھیل چکی ہے تو درحقیقت ۱۲۲ ممالک میں نفوس کے ازدواج کے تعلقات کے بھی نئے دروازے

باقی صفحہ ۷ پر

بائیں سے چوتھے نمبر پر جو بزرگ سفید داڑھی پگڑی باندھے اور چغہ پہنے ہیں انکے بارے میں محترم مولانا دوست محمد شاہد مورخ احمدیت کی تحقیق یہ ہے کہ یہ بزرگ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف ہیں جنہوں نے کابل میں اپنی جان خدا کی راہ میں قربان کی۔

اس تاریخی تصویر سے متعلق مولانا موصوف کا اہم تحقیقی مقالہ صفحہ ۳ پر ملاحظہ فرمائیے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: مسعود احمد: پرنٹر: قاضی منیر احمد: مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔ مقام اشاعت: دار النصر غربی ربوہ۔ قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے

۲۲ ہجرت ۱۳۶۸ ہش ۲۲ مئی ۱۹۸۹ء

خدا کا شکر ہے

یوں تو سارے دن ایک جیسے ہوتے ہیں کہ ہمیشہ ایک ہی طرح سورج طلوع ہوتا ہے اور ایک ہی طرح غروب ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت دن اس بات کا نام ہے کہ سورج کے طلوع ہونے سے غروب ہونے تک کے دوران حالات کیسے رہے۔ اور اگر ہم اس بات پر غور کریں تو ہم دیکھیں گے کہ ہر شخص کا دن الگ کیفیت رکھتا ہے کوئی بدحال ہے اور کوئی خوش حال۔ کوئی آرام سے ہے اور کوئی پریشان کوئی رو رہا ہے اور کوئی ہنس رہا ہے۔ غرضیکہ ایک ہی طرح سورج کے طلوع ہونے اور غروب ہونے کے باوجود ہر شخص کے حالات مختلف ہیں اور یہ حالات ہی بتاتے ہیں کہ کس کا دن کیسا رہا۔

ہماری جماعت کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ دن سنہری دن ہیں۔ ہمارا ہر لمحہ ہمیں خوشیاں مہیا کر رہا ہے۔ ہمارا ہر قدم ہمیں آگے اور منزل کی طرف لے جا رہا ہے۔ ہمارے یہ دن تو اور بھی زیادہ سعادتوں سے معمور ہیں کہ یہ اس سال کے دن ہیں جو ہماری جماعت کے سو سال پورے ہونے پر جشنِ تشکر کا سال کہلایا ہے۔ ہم پیچھے مڑ کر دیکھتے ہیں کہ اپنی تاریخ کو کھنگالیں تو ہمیں روشنیوں کا ہجوم نظر آتا ہے۔ کامیابیوں کی کرنیں سورج کی طرح چمک رہی ہیں اور جب ہم یہ سوچتے ہیں کہ یہ تمام کامیابیاں ہجوم ابتلاء میں سے گزرنے کے باوجود ہمیں میسر آئی ہیں تو سچ بات تو یہ ہے کہ دل بلیوں اچھلنے لگتا ہے۔ ہم میں سے جن دوستوں نے ان ابتلاؤں کے دن دیکھے ہوئے ہیں۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجود نیاز سے سر اٹھانا نہیں چاہتے۔ ایک ابتلاء۔ اور پھر ایک اور ابتلا اور پھر ایک اور ابتلا۔ گویا ایک کامیابی اور پھر ایک اور کامیابی اور پھر ایک اور کامیابی۔ اور اس طرح کامیابیوں کے انبار لگتے چلے گئے۔ ہجوم در ہجوم راستے میں آئے کہ انہیں آگے نہ بڑھنے دیں لیکن ہم آگے بڑھتے گئے۔ وقت گزرتا گیا۔ گویا سورج طلوع ہوتا رہا اور غروب ہوتا رہا اور اس دوران کا ہر وقفہ ہمارے لئے مسرت کا باعث بنا۔ اب بھی ہم ایک ابتلاء میں سے گزر رہے ہیں لیکن بادلوں کے کناروں پر چاندی کی تو کیا سونے کی لکیر نظر آرہی ہے

اللہ تعالیٰ ہماری خوشیوں کے سامان فراہم کر رہا ہے ہماری عزت کو چار چاند لگا رہا ہے۔ ہمارے ہر آنے والے کل کو ہمارے آج سے روشن تر بنا رہا ہے۔ اے خدا ہم تیرا شکر کس طرح ادا کریں۔

کچھ راگ و رنگ ہی سے بہلتے چلے گئے
کچھ سحرِ رنگ و بو سے مچلتے چلے گئے
ہم آنکھ بند کر کے انہیں دیکھتے رہے
ان کے ہر ایک رنگ میں ڈھلتے چلے گئے

——— ابوالاقبال

آقا نے میرے اک خوشخبری آج ان لفظوں میں سنائی ہے
"ہم آن ملیں گے متوالو بس دیر ہے کل یا پرسوں کی"

آواز مرے آقا کی جب ان کانوں میں رس گھولے گی
آنکھیں برکھا برسائیں گی۔ بن آئے گی پیار کے ترسوں کی

رونق افروز وہ جب ہونگے ہر شام عرفان کی مجلس میں
بھر بھر کر جام لنڈھائیں گے اور پیاس بجھے گی برسوں کی

اک نور کی چادر تان کے جب وہ شمع محفل آئیں گے
پروانوں کی بھی بن آئے گی۔ نکلے گی تمنا برسوں کی

مرے من مندر کی بگیا میں جب پیار کی کلیاں چٹکیں گی
پھر اور بہاریں آئیں گی۔ پھولیں گی فصلیں سرسوں کی

برسوں کے پیاسے راہی جب اس گھاٹ سے پینے آئیں گے
جس گھاٹ پہ ہر سو بہنچی ہیں دھاریں قرآن کے درسوں کی

یہ بھولے بھالے غلام اپنے آقا سے یہ کہنا چاہتے ہیں
اک اک پل ہم پہ بھاری ہے۔ تم بات کرو ہو عرصوں کی

اے جان تمنا آ بھی جا اب اور نہ ہم کو تڑپانا
ہم ہار گئے اور مار گئی ہم کو یہ جدائی برسوں کی

——— اصغری نور الحق کراچی

جو خدا کو چھوڑتا ہے: وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ مردہ ہے نہ کہ زندہ۔ (حقیقۃ الوحی)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مولانا دوست محمد شاہد صاحب مؤرخ احمدیت

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی تصویر کے سلسلہ میں

دُنیا بھر کے احمدی سکالرز کی خدمت میں

دردمندانہ اپیل

افغان قوم دنیا کی ایک قدیم اور تاریخی قوم ہے۔ جس میں حضرت داتا گنج بخش شیخ علی بن عثمان ہجویریؒ (ولادت ۱۰۰۹ء وفات ۱۰۷۲ء)، حضرت خواجہ باقی باللہؒ (ولادت ۱۵۶۴ء، وفات ۱۶۰۳ء) حضرت مجدد الف ثانیؒ (ولادت ۱۵۶۴ء، وفات ۱۶۲۴ء) اور حضرت آدم بنوریؒ (ولادت ۱۵۰۶ء وفات ۱۶۴۴ء) جیسے عارف بزرگ اہل اللہ اور علماء و مشائخ پیدا ہوئے۔

حضرت صاحبزادہ مولوی سید عبداللطیف صاحب رئیس اعظم خوست حضرت داتا گنج بخشؒ کے خانوادہ سے تعلق رکھتے تھے جنہوں نے ۱۴ جولائی ۱۹۰۳ء (مطابق ۸ ربیع الثانی ۱۳۲۱ ہجری) کو اپنے مقدس لہو سے دینِ حق کی آبیاری کی اور اس کی حقانیت پر مہر ثبت کر کے ایک دائمی نمونہ قائم کر دیا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"جیسا کہ ان کا چہرہ نورانی تھا ایسا ہی ان کا دل مجھے نورانی معلوم ہوتا تھا۔"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۸)

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم اور سیدنا حضرت فضلِ عمر کی روحانی توجہ کی برکت سے ایسا غیبی سامان فرمایا کہ عین ایسے مرحلے پر جبکہ تاریخِ احمدیت کی تیسری جلد زیرِ تدوین و اشاعت تھی لندن کے انڈیا آفس سے ڈیورنڈ لائن کمیشن (۱۹ ستمبر تا ۴ نومبر ۱۸۹۳ء) کے دو گروپ فوٹو یکایک مہیا ہو گئے۔ اس کمیشن میں امیر عبدالرحمٰن خان نے اپنے چچا زاد بھائی شہزندل خاں گورنر خوست اور حضرت صاحبزادہ صاحب کو نمائندہ مقرر کیا۔ تصاویر میں شامل ہر شخص کے خدوخال بہت نمایاں تھے۔ مگر افسوس اُن پر کوئی نام درج نہیں تھا۔

خوش قسمتی سے اس زمانے میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی سب سے بڑی بہو حضرت سیدہ بی بی صاحبہ بقیدِ حیات تھیں اور پورے خاندان میں وہی اس مقدس وجود کی شناخت کر سکتی تھیں جیسا کہ صاحبزادہ سید احمد لطیف صاحب ابن حضرت صاحبزادہ سید محمد طیب صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"ہماری تائی جان حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب کے خاندان کی وہ آخری خاتون تھیں جنہوں نے حضرت کا پُرنور چہرہ دیکھا آپ کی پاکیزہ صحبت میں ایک لمبا عرصہ رہ کر آپ کی خدمت کا شرف حاصل کیا۔ ... آپ کی شادی غالباً ۱۸۹۴ء میں ہوئی۔ حضرت نے خود اپنے خاندان میں ہی اپنے سب سے بڑے فرزند (صاحبزادہ سید محمد سعید) سے شادی کرائی۔"

(روزنامہ الفضل ربوہ ۸ ستمبر ۱۹۶۸ء صفحہ ۵ کالم ۱)

راقم الحروف سرائے نورنگ ضلع بنوں میں گیا جہاں یہ مبارک خاندان ہجرت افغانستان کے بعد قیام پذیر تھا۔ مکرم صاحبزادہ ہبۃ اللہ صاحب کے ذریعہ کئی اہم معلومات حاصل ہوئیں اور انہوں نے بتایا کہ حضرت سیدہ بی بی صاحبہ کے نزدیک فوٹو میں جو بزرگ عمامہ پہنے اور جُبّہ زیبِ تن کئے ہوئے ہیں وہ یقینی طور پر حضرت صاحبزادہ صاحب ہی ہیں۔

اس تصدیق کے بعد دسمبر ۱۹۶۲ء میں تاریخِ احمدیت جلد سوم کے صفحہ ۶۶ پر یہ گروپ فوٹو مندرجہ ذیل نوٹ کے ساتھ شائع کر دیا گیا:۔

"پہلی قطار بائیں سے دائیں۔

۱۔ سر عبدالقیوم خاں آف ٹوپی
۲۔ سر مارٹیمر ڈیورنڈ۔ ۳۔ شہزندل خان گورنر خوست۔

ان کے بعد چوتھے نمبر پر جو بزرگ کھڑے ہیں وہ صاحبزادہ سعید جان کی اہلیہ (صاحبزادہ صاحب کی بڑی بہو) کی رائے میں قطعی طور پر حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب ہیں۔ شعبہ تاریخ احمدیت کی طرف سے مزید تحقیق جاری ہے۔"

کتاب کی اشاعت کے بعد بھی تصویر پر ریسرچ کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ حیاتِ قدسی حصہ چہارم ص۲۱ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب جب ۱۹۰۲ء کے آخر میں قادیان تشریف لے گئے تو حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی قادیان میں ہی تھے۔ اور حُسنِ اتفاق سے مہمان خانہ کے اسی کمرہ میں فروکش تھے جس میں حضرت صاحبزادہ صاحب اپنے خاص تلامذہ یعنی حضرت مولوی عبدالستار المعروف "بزرگ صاحب"، سید احمد نور صاحب کابلی، مولوی عبدالجلیل صاحب وغیرہ کے ساتھ رونق افروز رہے۔ شعبہ تاریخ کی طرف سے حضرت مولانا راجیکی صاحب سے خصوصی رابطہ قائم کیا گیا مگر پیرانہ سالی اور بعض دیگر عوارض کے باعث آپ کچھ رہنمائی نہ فرما سکے۔

حضرت قاضی محمد یوسف صاحب (امیر احمدیہ جماعت صوبہ سرحد) کو بھی یہ اعزاز حاصل تھا کہ وہ بھی ان ایام میں مہمان خانہ قادیان میں ہی قیام فرماتے تھے اور ان کا کمرہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی جائے قیام سے بالکل متصل تھا۔ مگر افسوس حضرت قاضی صاحب تصویر کی اشاعت کے بعد صرف چند دن زندہ رہے اور ۴ جنوری ۱۹۶۳ء کو انتقال فرما گئے۔

بعد ازاں حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی نے بذریعہ تحریر اس ناچیز کو توجہ دلائی کہ حضرت مولوی محمد دین صاحب (سابق مربی امریکہ) نے بھی حضرت صاحبزادہ صاحب کی زیارت کی تھی ان سے دریافت کیا جائے۔ چنانچہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت دفتر نظارتِ علیا کے سامنے برآمدہ میں ایک کرسی پر بیٹھے تھے۔ آپ نے تصویر پر ایک گہری نظر ڈالی اور فرمایا میرے ذہن میں ۳-۱۹۰۲ء سے آج تک حضرت صاحبزادہ صاحب کے جو نقوش قائم ہیں یہ تصویر بالکل ان کے مطابق ہے۔

کچھ عرصہ بعد قادیان سے مجھے درویشِ قادیان جناب میاں عبدالرحیم صاحب دیانت سوڈا واٹر والا ماجد مولانا عبدالباسط صاحب مربی افریقہ) کا حسب ذیل مکتوب موصول ہوا جو دراصل انہوں نے ۱۷ فروری ۱۹۷۳ء کو صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے نام لکھا تھا۔ اور محترم مرزا وسیم احمد صاحب کی ہدایت پر دفتر خدمتِ درویشاں کے توسط سے خاکسار کو ۱۲ مارچ ۱۹۷۳ء کو ملا۔ موصوف نے اس میں تحریر فرمایا تھا کہ:۔

"میں اکثر اوقات اپنے والد صاحب حضرت میاں فضل محمد صاحب (ہرسیاں والے) سے پوچھتا رہتا تھا کہ ابا جی! سید صاحب کی شکل کیسی تھی؟ کس سے ملتی تھی؟ اس شکل کا کوئی انسان آپکی نظر سے گزرا ہے؟ تو آپ نے ایک مرتبہ فرمایا ہاں ان کی شکل کچھ کچھ حضرت میاں غلام محمد صاحب سفیر گلگت سے ملتی تھی مگر وہ ان سے بھاری اور گورے رنگ کے تھے۔ اس کے بعد میں میاں غلام محمد صاحب سے ایک خاص عقیدت سے ملتا تھا۔ وہ بھی مجھے محبت کرتے اور بسا اوقات اپنے کاموں میں مجھ سے مشورہ بھی لیتے۔ ایک دن ۶/۲/۷۳ کو میں اپنے دفتر زائرین قادیان میں بیٹھا تھا کہ حضرت مولوی عبدالواحد صاحب فاضل کشمیری اپنے ہاتھ میں تاریخ احمدیت کی تیسری جلد لے کر آئے اور وہاں موجود دوستوں کو جو کہ خواجہ عبدالستار صاحب، بھائی الہ دین صاحب اور میرزا محمد اسحاق صاحب تھے جو کہ لاہور میں سیدہ کا ایک گروپ فوٹو ہے۔ میں چونکا کیونکہ میں نے اپنی تحقیق کے دوران یہ بھی سنا ہوا تھا آپ کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صاحبزادگان سے، کہ اباجی کا فوٹو لاہور میں کھینچا گیا تھا۔ جواب ملتا نہیں اور یہ بات میرے والد صاحب نے بھی بتائی تھی۔ اور میں نے دفتر میں موجود دوستوں سے کہا کہ اس میں تو پھر مولوی صاحب کا بھی فوٹو ہوگا۔ فوٹو میں نے اٹھ کر دیکھا تو فوری طور پر بے ساختہ میں نے ذہنی شنیدہ فوٹو پر اپنی انگلی رکھ دی کہ یہ حضرت مولوی عبداللطیف صاحب کا ہے۔ پھر جب نیچے لکھی ہوئی لسٹ پڑھی تو میرا کہنا درست ہوا۔ گویا اب میں یقینی طور پر کہہ سکتا ہوں کہ مندرجہ فوٹو آپ کا ہی ہے۔ اور آپ کی بہو کی شناخت کی روایت جو فوٹو مندرجہ کے متعلق ہے صحیح ہے۔ جن دوستوں نے مکرم غلام محمد صاحب کو دیکھا ہے وہ میری اس بات کی تائید کریں گے۔ والسلام عبدالرحیم درویش نمبر ۲۷ قادیان"

یاد رہے کہ حضرت خان بہادر غلام محمد صاحب حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے قدیم رفقاء میں سے تھے جنہوں نے ۲۰ جنوری ۱۸۹۲ء کو شرفِ بیعت حاصل کیا تھا۔ (رجسٹر بیعتِ اولیٰ)۔

اسی طرح حضرت میاں فضل محمد صاحب ہرسیاں والے کی بیعت دسمبر ۱۸۹۶ء کی ہے۔ جنوری ۱۹۰۳ء کے مشہور سفر جہلم میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کے ہمرکاب جو مخلصین تھے ان میں حضرت میاں فضل محمد صاحب بھی تھے۔ اور اخبار "البدر" ۲۳، ۳۰ جنوری ۱۹۰۳ء کے صفحہ ۸ میں ان کا نام موجود ہے۔ اس اعتبار سے مندرجہ بالا بیان کی اہمیت اور ثقاہت بہت بڑھ جاتی ہے۔

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب نے جس مقام پر اپنی جان قربان کی۔ شعبۂ تاریخ احمدیت کو اس کی تصویر حاصل کرنے میں بھی بفضلہ تعالیٰ کامیابی ہوئی چنانچہ تاریخ احمدیت جلد سوم کے دوسرے ایڈیشن میں اسے سپردِ اشاعت کر دیا گیا۔ علاوہ ازیں حضرت مولوی عبدالستار بزرگ صاحب کی شبیہ بھی محفوظ کر دی گئی۔

۱۹۸۵ء میں جب میں پہلی بار انگلستان گیا تو انڈیا آفس اور برٹش میوزیم کی ممبر شپ حاصل کی اور مسلسل ایک ماہ تک ضروری لٹریچر، دستاویزات، تصاویر اور اخبارات کا مطالعہ کرتا رہا اور بہت سی اہم کتابوں کے ضروری حوالجات کی فوٹو کاپیاں حاصل کیں۔ نیز خاص طور پر ڈیورنڈ لائن سے متعلق تصاویر بھی نکلوائیں تا کسی طرح ان فوٹوؤں میں موجود اشخاص کا پتہ چل جائے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی بڑی بہو کی روایت کا مزید دستاویزی ثبوت مہیا ہو جائے۔ لیکن میں یہ معلوم کر کے حیرت زدہ رہ گیا کہ اس عظیم الشان لائبریری میں ڈیورنڈ کمیشن کے فوٹو موجود ہیں مگر ناموں کی تفصیل موجود نہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کی بڑی بہو ۱۹۶۸ء میں رحلت فرما گئیں۔ آپ جب تک زندہ رہیں آپ نے کبھی اپنے بیان کی کوئی تردید شائع نہیں فرمائی۔ آپکے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب کے دو فرزند یعنی حضرت صاحبزادہ محمد طیب صاحب اور حضرت سید ابوالحسن صاحب قدسی سالہا سال تک زندہ رہے۔ اور اپنی خاموشی سے حضرت سیدہ بی بی صاحبہ کی چشم دید شہادت عملاً قبول فرمالی۔

اس تحقیق سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح نمایاں ہو جاتی ہے کہ یہ پُرانوار تصویر حضرت صاحبزادہ صاحب کی برگزیدہ ہستی ہی کی ہے۔

حضرت سیدہ بی بی صاحبہ کے وصال کے بیس برس بعد اب حال ہی میں یہ عجیب و غریب خیال پیش کیا گیا ہے کہ یہ تصویر ہرگز حضرت صاحبزادہ صاحب کی نہیں ہو سکتی کیونکہ:۔

اوّل:۔ اُس دور میں افغان علماء تصویر کے سخت مخالف تھے۔

دوم:۔ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب کی روایت کے مطابق حضرت صاحبزادہ صاحب کی عمر پچاس سال تھی اور ریشِ مبارک کے اکثر بال سیاہ تھے مگر تصویر میں سفید ہیں۔

سوم:۔ ایک دوسری تصویر میں جو اسی موقع کی ہے آپ گورنر خوست کے قدموں میں تشریف فرما ہیں جو احترام سادات کی افغانی روایات کے سراسر منافی ہے اور عملاً ممکن نہیں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۵ مئی ۱۹۸۹ء)

ضروری ہے کہ ان تینوں قیاسات کا حقائق کی روشنی میں جائزہ لیا جائے۔

تصویر اور افغان علماء

افغانستان کی مستند تواریخ سے ثابت ہے کہ صدیوں سے سلاطین و شاہانِ افغان کی تصاویر موجود چلی آتی ہیں مگر افغانی علماء جنہوں نے اپنے فتاویٰ سے بڑے بڑے بُتکدوں اور تاجوروں کے تختے الٹ دیئے اور اُن کی بساطِ سیاست ہمیشہ کے لئے لپیٹ دی کبھی انکی تصاویر کے خلاف منبر و محراب سے کوئی احتجاج نہیں کیا۔ عرصہ ہوا افغانستان کے ایک نامور محقق جناب محمد کریم خاں نزہی رفیق انجمن ادبی کابل نے ایک تحقیقی مقالہ تاریخچہ کابل کے نام سے سپردِ قلم کیا جس میں فاضل مقالہ نگار نے مندرجہ ذیل افغان سلاطین کے فوٹو شائع کئے۔ سلطان غیاث الدین غوری شہنشاہ افغان (۱۱۹۲ء) سلطان شہاب الدین غوری شہنشاہ افغان (۱۱۷۳ء)۔ سلطان قطب الدین ایبک (۱۲۰۶ء)۔ سلطان آرام شاہ (۱۲۱۰ء) سلطان شمس الدین التمش (۱۲۱۰ء) سلطان رکن الدین فیروز شاہ (۱۲۳۵ء)۔ ملکہ رضیہ (۱۲۳۶ء)۔ سلطان معز الدین بہرام شاہ (۱۲۳۹ء) سلطان علاؤ الدین مسعود شاہ (۱۲۴۱ء)۔ یہ باتصویر مقالہ انجمن ادبی کابل کے مجلّہ علمی "سالنامہ کابل" ۱۳۱۲-۱۳۱۳ھ میں طبع ہوا۔

امیر عبدالرحمان خاں جن کے زمانہ میں ڈیورنڈ لائن کا قیام عمل میں آیا، کی خود نوشت تاریخ افغانستان ۱۳۲۱ھ ہجری میں طہران سے چھپی جس کے آغاز میں خاص اہتمام سے ان کی اپنی تصویر شامل کی گئی۔

افغانستان کے سیکرٹری آف سٹیٹ سلطان محمد خاں بیرسٹرایٹ لاء نے اس کتاب کی تلخیص کر کے اس کا انگریزی ترجمہ لنڈن سے اور اردو ترجمہ جناب سید محمد حسن بلگرامی نے مطبع شمسی آگرہ سے شائع کیا۔ اردو ایڈیشن "دبدبۂ امیری" کے نام سے چھپا جس میں "ضیاء الملۃ والدین امیر عبدالرحمن خاں غازی" اور انکے دادا "امیر دوست محمد خاں غازی" کی تصاویر موجود ہیں۔ دبدبۂ امیری میں امیر عبدالرحمان خاں نے بتایا ہے کہ وہ راگ اور تصاویر اور ہر قسم کی صنعتِ کردگار کے شیفتہ ہیں (صفحہ ۸۷) نیز یہ دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے:۔

"۱۸۸۵ء میں جب میں راولپنڈی گیا ہوا تھا ایک دن ایک فوٹو گرافر نے میرا فوٹو لینے کے لئے اپنا کیمرہ میرے سامنے نصب کیا۔ فوراً ہی میرا عرض بیگی جھپٹ کر کیمرہ کے پاس گیا۔ اور اپنے دونوں ہاتھ اس پر رکھ دیئے میں نے پوچھا یہ کیا کرتے ہو اس نے عرض کیا حضور! آپ کو معلوم نہیں یہ ایک قسم کی نو ایجاد توپ ہے جس سے یہ شخص آپ پر نشانہ لگایا چاہتا ہے۔ میں یہ سُن کر بہت ہنسا کہ بایں ریش و فش تمہارا دل جہالت سے بالکل تاریک ہو رہا ہے۔

وہاں سے ہٹ آؤ اور اس شخص کو میری تصویر اتارنے دو۔ اس بیچارے نے اوّل کبھی کیمرہ نہ دیکھا تھا اس لئے وہ سمجھ نہ سکتا تھا کہ یہ کیا چیز ہے۔ میں نے ہر چند اسے سمجھایا مگر وہ نہ سمجھا"

(دبدبۂ امیری صفحہ ۲۴)

"دبدبۂ امیری" سے یہ بھی ثابت ہے کہ امیر عبدالرحمان خاں کے کمرۂ ملاقات اور خوابگاہ میں بکثرت تصاویر آویزاں ہوتی تھیں۔ اور انھوں نے تصویر سازی کے کارخانے بھی جاری کئے تھے۔

امیر عبدالرحمان خاں کی طرح ان کے ہم عصر بعض افغان علماء و مشائخ کی تصاویر بھی مل سکتی ہیں۔ مثلاً تیرھویں صدی کے مجدد شمس الولایۃ حضرت مولانا سید امیر الاطمانزی النقشبندی (پیر کوٹھا شریف تحصیل صوابی، وفات ۱۲۹۵ھ ہجری مطابق ۱۸۷۷ء) کے جانشین اور خلیفہ مجاز حافظ حاجی مولوی نور محمد صاحب نقشبندی تھے جن کا اصل وطن کڑھی امازئی تھا۔ اور ان کا وسیع حلقہ ارادت سرحد سے بریلی اور نینی تال تک پھیلا ہوا تھا۔ جنوری ۱۹۰۵ء میں وفات پائی۔ آپ نے اپنی تصویر کیمرے سے کھچوائی جو شعبۂ تاریخ احمدیت میں موجود ہے۔

اسی طرح حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کے ہمعصر علماء میں ایک ممتاز شخصیت مولانا سید جمال الدین صاحب افغانی (ولادت ۱۸۳۸ء، وفات ۹ مارچ ۱۸۹۷ء) کی ہے۔ مولانا پین اسلام ازم (PAN ISLAM ISM) کے پرجوش علمبردار تھے اور اپنے وقت میں دنیائے اسلام کے محبوب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لیڈر تھے۔ علامہ افغانی کے عہد شباب اور عالم پیری کی یادگار تصاویر دنیا بھر کے لٹریچر سے بآسانی دیکھی جا سکتی ہیں۔ مثلاً

(۱) تاریخ الافغان مؤلفہ علامہ سید جمال الدین افغانی، مترجم سید عبدالقدوس ہاشمی ناشر نفیس اکیڈمی کراچی۔ تصنیف ۱۸۷۸ء۔

(۲) "الاعلام"، (تالیف خیرالدین الزرکلی) مطبوعہ بیروت لبنان ۱۹۸۶ء

(۳) فیروز سنز انسائیکلوپیڈیا مطبوعہ لاہور

(۴) العروۃ الوثقیٰ والثورۃ التحریریۃ الکبریٰ مؤلفہ سید ہادی خسرو شاہی، ناشر مرکز الثقافیۃ الاسلامیہ روما، اٹلی۔

حضرت قاضی صاحب کا بیان محض اختلافِ روایت ہے

اب ہم حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی قاضی تحصیل ہوتی مردان کے درج ذیل بیان کی طرف آتے ہیں :-

"حضرت عبداللطیف میانہ قد و قامت کے درمیانہ وجود کے تھے۔ کوئی پچاس سال کی عمر ہوگی۔ اور داڑھی کے بال اکثر سیاہ تھے۔ ہاں چند بال ٹھوڑی پر سفید بھی تھے۔ سر پر سفید ململ کا عمامہ تھا۔ اس میں بخاری کلاہ تھی۔ واسکٹ اور اس پر کابلی گرم چغہ پہنے ہوئے تھے۔"

(ظہور احمد موعود۔ تاریخ تصنیف جنوری ۱۹۵۵ء تاریخ اشاعت جون ۱۹۵۸ء، طابع حکیم عبداللطیف صاحب شاہد)

میرے نزدیک حضرت قاضی صاحب کا بیان کہ "ڈاڑھی کے بال اکثر سیاہ تھے" اسی طرح محض اختلاف روایت کی قبیل سے ہے جس طرح حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے تذکرۃ الشہادتین کے ابتدائی حصہ میں تحریر فرمایا کہ "مولوی صاحب چار مہینہ قید میں رہے" (صفحہ ۴۹)

لیکن اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۰ پر "حضرت صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحب کے خاص شاگرد" سید احمد نور صاحب کابلی کے بیان کی بناء پر رقم فرمایا :

"میاں احمد نور کہتے ہیں کہ مولوی صاحب موصوف ڈیڑھ ماہ تک قید میں رہے۔ اور پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ چار ماہ تک قید میں رہے۔ یہ اختلاف روایت ہے۔ اصل واقعہ میں سب متفق ہیں"۔

میں نے حضرت قاضی صاحب کے بیان کو حضور کی اصطلاح میں "اختلافِ روایت" قرار دیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ "سیاہ ڈاڑھی" کے سوا ان کا بیان فرمودہ حلیہ ۱۸۹۳ء کی تاریخی تصویر کے بالکل عین مطابق ہے۔ اور اختلاف روایت کی وجہ یہ ہے کہ حضرت قاضی صاحب ۱۹۰۲ء میں جبکہ انہوں نے قادیان میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی زیارت کی اسلامیہ سکول پشاور کی ساتویں جماعت کے طالب علم تھے اور حضرت صاحبزادہ صاحب سے متعلق واقعات مدتوں بعد سپرد قلم فرمائے۔

چنانچہ اپنی اسی کتاب کے پیش لفظ میں معذرت کے زیر عنوان تحریر فرماتے ہیں :-

"اگر کسی روایت میں کوئی سقم ہو تو وہ میرے فہم اور یادداشت کا قصور ہوگا کیونکہ میں جنوری ۱۹۰۲ء لغایت مئی ۱۹۰۸ء کے واقعات جنوری ۱۹۵۵ء میں قید تحریر میں لا رہا ہوں۔ اس وقت میری عمر قریباً ۷۴ سال قمری ہے"

حضرت قاضی صاحب کا یہ ارشاد بالکل درست ہے۔ مثلاً آپ کے مندرجہ بالا بیان سے قبل لکھا ہے :-

"بالمقابل کمروں میں جانب جنوب حضرت سید عبداللطیف ..... رئیس خوست مقیم تھے اور ان کے ساتھ سید احمد نور اور چند اور ساتھی بھی تھے۔ یہ ماہ جولائی ۱۹۰۲ء سے آئے ہوئے تھے"۔

(ظہور احمد موعود صفحہ ۳۰)

حالانکہ حضرت قاضی صاحب اپنی ایک دوسری کتاب "عاقبۃ المکذبین" حصہ اول صفحہ ۳۹ میں لکھتے ہیں کہ حضرت صاحبزادہ صاحب غالباً رجب المرجب ۱۳۲۰ھ (مطابق اکتوبر نومبر ۱۹۰۲ء میں) حج بیت اللہ کے ارادہ سے ہندوستان تشریف لائے۔ یہی تاریخ آپ کی کتاب "شہداء الحق" صفحہ ۴۱ میں بھی درج ہے۔

دراصل تفصیلی واقعات کا مدتوں تک مکمل صورت میں محفوظ رہنا بہت مشکل امر ہوتا ہے اس لئے قوتِ حافظہ تفصیلات کو ریکارڈ کرنے میں پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اور جزئیات فہم اور یادداشت کی کمزوری سے متاثر ہو جاتی ہیں۔ اس طرح ایک کمزور روایت کے کوکھ سے ایک دوسرا خیال جنم لیتا ہے۔ بالکل یہی صورت "سیاہ ڈاڑھی" کے معاملہ میں ہوئی ہے۔ اور اس کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت قاضی صاحب ۷۴ سال کی عمر میں ۵۳ سال پہلے کی یادداشت کی بناء پر یہ خیال فرماتے تھے کہ بوقتِ زیارت حضرت صاحبزادہ صاحب کی عمر پچاس سال ہوگی (شاید اسی وجہ سے رسالہ "مسلم ہیرلڈ" (The Muslim Herald) لندن بابت جولائی ۱۹۶۸ء صفحہ ۲۵ میں حضرت صاحبزادہ صاحب کا سالِ ولادت ۱۸۵۳ء ہی وضع کر لیا گیا ہے) حالانکہ یہ خیال حضرت صاحبزادہ صاحب کے شاگردِ خاص سید احمد نور صاحب کابلی کی چشم دید اور عینی شہادت کے سراسر خلاف ہے اور کسی طرح مستند نہیں قرار پا سکتا۔ حضرت قاضی صاحب کو تو خود اعتراف ہے کہ وہ پہلی بار ۲۷ دسمبر ۱۹۰۲ء کو قادیان پہنچے اور اخبار "البدر" ۲۳ تا ۳۰ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۸ سے ثابت ہے کہ وہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۳ء کے سفر جہلم میں حضرت صاحبزادہ صاحب کے ہمراہ نہیں تھے۔ لہٰذا طالب علمی کے اس دور میں انہیں صرف چند دن تک ان کی چند جھلکیاں ہی دیکھنے کا موقع میسر آ سکا ہوگا۔ اس کے مقابل سید احمد نور صاحب کابلی ایک عرصہ دراز تک سیدگاہ خوست میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں حاضر رہے۔ سفر قادیان میں بھی وہ آپ کے ساتھ تھے اور اسی کمرہ میں ٹھہرے جہاں صاحبزادہ عبداللطیف صاحب رونق افروز رہے۔ اور واپسی پر قادیان سے افغانستان تک شرفِ معیت حاصل کیا انہیں کو حضرت صاحبزادہ صاحب نے وصیت فرمائی کہ اگر میں مارا گیا تو میرا جنازہ پڑھنے کے لئے حضرت اقدس بانی سلسلہ کو لکھنا۔

(سیرت احمد صفحہ ۱۳۵ مؤلفہ مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری مطبوعہ دسمبر ۱۹۶۱ء ربوہ)

پھر حضرت صاحبزادہ صاحب کی نعش مبارک پتھروں کے ڈھیر سے نکال کر کابل شہر کے شمالی جانب بالائی سارنامی پہاڑی کے دوسری جانب واقع قبرستان میں دفن کرنے کا کارنامہ تو ایسا ہے جسے تاریخ قیامت تک فراموش نہیں کر سکتی۔ حضرت مولینا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے ایک دفعہ فرمایا :-

"یہ بہادر نوجوان بڑے کام کا آدمی ہے۔ حضرت عبداللطیف ..... کو سب جانتے ہیں۔ حضرت (بانی سلسلہ) نے ایسے اعزاز و اکرام سے آپ کا ذکر کیا ہے جو قیامت تک اپنی لانظیری کے فخر کے آبدار موتیوں سے مزین رہے گا۔ اس نوجوان نے آپ کے جسدِ مبارک کی آخری خدمت سے وہ حصہ لیا ہے جو وہ بھی اپنی لانظیری میں ہمیشہ کے لئے یادگار رہے گا۔"

(الحکم ۱۷ تا ۲۴ دسمبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۳ کالم ۲)

سید احمد نور صاحب کابلی کی شہادت کے مطابق حضرت صاحبزادہ صاحب کی عمر

لے "ظہور احمد موعود صفحہ ۲۸

حضرت قاضی صاحب نے اپنی کتاب "عاقبۃ المکذبین" صفحہ ۴۰ پر اپنی پہلی بار آمد قادیان کی تاریخ ۲۳ دسمبر ۱۹۰۲ء تحریر فرمائی ہے :

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پچاس سال کی نہیں قریباً ساٹھ اور ستر کے درمیان تھی۔

(چشم دید واقعات حصہ اول صفحہ ۱ مولفہ سید احمد نور صاحب کابلی۔ مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان اکتوبر ۱۹۲۱ء)

اس چشم دید شہادت کے اعتبار سے ہر صاحب فہم و فراست اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس عمر میں عام طور پر وسطی ایشیا کے باشندوں کی ڈاڑھی کے بال سفید ہو جاتے ہیں یا سیاہ رہتے ہیں جیسا کہ حضرت قاضی صاحب کی روایت[1] میں ہے حضرت صاحبزادہ صاحب کا اُس عمر میں خضاب استعمال کرنا خارج از امکان نہیں بلکہ قرین قیاس ہے۔ کیونکہ حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خضاب کا استعمال فرمایا ہے۔

(سیرت محمدیہ ترجمہ مواہب اللدنیہ للقسطلانی جلد ۲ صفحہ ۵۵۵)

پس اگر صاحبزادہ صاحب نے اپنے آقا و مولیٰ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مبارک سُنّت پر عمل کی سعادت حاصل کی ہو تو کسی عاشق رسولؐ کو اس پر حرف گیری کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔

یہ نظریہ بھی درست نہیں کہ انیسویں صدی عیسوی کے آخر تک افغان قوم میں ابھی خضاب کا رواج نہیں ہوا تھا۔ حق یہ ہے کہ تاریخی طور پر اس نظریہ کی تائید نہیں ہو سکتی۔ میں حضرت صاحبزادہ صاحب کے ہمعصر علماء کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ جمال الدین افغانی کی تصویر کے ماخذ بتا چکا ہوں جن میں العروۃ الوثقیٰ والثورۃ التحریریۃ الکبریٰ بھی ہے۔ اس کتاب کے سرورق پر جو تصویر ہے اُس سے علامہ کا خضاب استعمال کرنا صاف نظر آتا ہے۔

فقر و درویشی کے بادشاہ

اب صرف یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب اپنے بلند روحانی مقام اور عظیم رتبہ کے باوجود ڈیورنڈ لائن کی ایک تصویر میں گورنر خوست شریندل خان کے سامنے زمین پر کیوں بیٹھے دکھائی دیتے ہیں؟ اس سوال کا مختصر اور فیصلہ کن جواب یہ ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب دنیاوی وجاہت اور شاہانہ تزک و احتشام کے باوجود ایک بے مثال پیکرِ تواضع، مجسمۂ خاکساری اور فقر و درویشی کے بادشاہ بھی تھے اور یہ تصویر اسی حقیقت کی عکاسی کرتی ہے جس کو دیکھ کر اُن سے بے پناہ عقیدت پیدا ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے

جب بندہ خدا تعالیٰ کے لئے
خاکساری اختیار کرتا ہے
تو اللہ تعالیٰ اسے ساتویں
آسمان تک رفعت بخشتا ہے۔ (کنز العمال)

حضرت صاحبزادہ صاحب کی درویشانہ طبع اور منکسر المزاجی کے ایسے ایسے واقعات آپ کی سوانح میں موجود ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ کون احمدی حضرت مولوی عبدالستار المعروف بزرگ صاحب سے واقف نہیں؟ وہ صاحب کشف بزرگ تھے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کے نہایت مقرب شاگردوں میں نہایت بلند مقام رکھتے تھے۔ جب وہ قادیان میں واصل بحق ہوئے تو حضرت سیدنا فضل عمرؓ ڈلہوزی میں تھے۔ جناب الٰہی سے آپ کو بتلایا گیا کہ ایک ایسا بزرگ دنیا سے رخصت ہو گیا ہے جس سے زمین و آسمان ہل گئے ہیں۔

(الفضل قادیان ۳ نومبر ۱۹۳۳ء صفحہ ۸)

حضرت بزرگ صاحب نے اپنی آنکھوں سے جو حالات دیکھے یا حضرت صاحبزادہ صاحب کی زبان مبارک سے سُنے ان کو سید احمد نور صاحب کابلی نے "....." کے چشم دید واقعات" حصہ دوم کے نام سے ۲۶ دسمبر ۱۹۲۱ء کو ایک مستقل رسالہ کی شکل میں شائع کر دیا۔ یہ حالات بھی بہت ہی ایمان افروز ہیں اور آپ کی سیرت اور سوانح پر قلم اٹھانے والا کوئی شخص اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اس رسالہ سے یہ انکشاف بھی ہوتا ہے کہ آپ احمدیت کیساتھ وابستگی سے قبل بھی دو بار ہندوستان تشریف لے گئے تھے۔ دوسری بار آپ نے لکھنؤ میں ایک فقیر کے ہاتھ پر بیعت کی جو نقشبندی طریقے کا تھا۔ اس نے کہا کہ مجھے ہر طریقہ کی اجازت ہے لیکن میں نقشبندی طریقہ پر بیعت لیتا ہوں۔ اس کے بعد کچھ دنوں کے لئے فقیر چلا گیا اور آپ پر بہت سے اسرار کھلے۔ چند روز بعد وہ فقیر تیسری بار آیا۔ کچھ باتیں ہوئیں تو فقیر نے کہا کہ آپ نے تو بہت ترقی کی ہے کہ میں بالکل آپ کی طرف نہیں دیکھ سکتا۔ اور پھر آپکو بیعت لینے کی اجازت دے دی۔

اس رسالہ میں حضرت بزرگ صاحب نے بڑی تفصیل سے آپ کے پہلے سفر ہندوستان پر روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"صاحبزادہ صاحب علم مروجہ کے بڑے عالم تھے۔ ہر قسم کا علم رکھتے تھے۔ بہت سے شاگرد بھی آپ سے تعلیم پاتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ہندوستان بھی جانا چاہیئے۔ یہ گورنر (شریندل) کے حاکم ہونے سے پہلے کا واقعہ تھا ..... آپ نے مولوی جان گل سے کہا کہ میرا ہندوستان جانے کا ارادہ ہے۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ میں بھی ساتھ چلتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو ایک تہہ بند رکھتا ہوں۔ ملنگ کے بھیس میں جاؤں گا اگر تم میرے ساتھ جانا چاہتے ہو تو صرف تہہ بند رکھنا ہوگا اور ملنگ بن کر چلنا ہوگا۔ آخر آپ اور مولوی صاحب نے تہہ بند باندھا۔ فقیری کے بھیس میں امرتسر آئے۔ صاحبزادہ صاحب کو ننگا سینہ برا معلوم ہوتا تھا۔ ایک رومال سینے پر لٹکا لیا۔ جب امرتسر پہنچے کشمیری محلہ میں ایک حنفی مذہب کا مولوی تھا اُس کے پاس اتر پڑے اُس مولوی کے پاس کتابوں کی لائبریری تھی .... رات دن کتابوں کے مطالعہ میں مشغول رہتے۔ شام سے صبح تک کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ اسی گمنامی کی حالت میں رہے کہ نہ تو کوئی آپ کا واقف بنا اور نہ آپ کسی سے واقف ہوئے۔ صرف کبھی کبھی ملنگ فقیروں کے پاس جایا کرتے تھے۔ اس ڈیرہ کے لوگوں کو بہت خوش کیا کرتے تھے کیونکہ صاحبزادہ صاحب دولت مند آدمی تھے۔ آپ کو پیچھے سے خرچ آیا کرتا تھا اس لئے آپ لوگوں کو بہت کچھ دیا کرتے تھے۔ اور آپ نے جامہ ملنگی زیب تن رکھا... حضرت صاحبزادہ صاحب قریباً تین سال کے بعد واپس خوست اسی لباس مولویانہ میں تشریف لے گئے"

(رسالہ مذکورہ صفحہ ۵ تا ۷)

ضمناً یہ بتانا بھی خالی از دلچسپی نہیں ہوگا کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے مقدس سوانح فروتنی، منکسر المزاجی اور انکسار کے واقعات سے لبریز ہے۔ دعویٰ سے قبل جب آپ مقدمات کے سلسلہ میں بٹالہ یا گورداسپور تشریف لیجاتے تو اکثر خود پیدل چلتے اور اپنے خادموں کو گھوڑے پر سوار کرا دیتے۔ (الحکم ۲۱/۲۸ مئی ۱۹۳۴ء صفحہ ۳۰)

حضرت اقدس عمر بھر انہیں عاجزانہ راہوں پر گامزن رہے۔ بعض اوقات آپ کی مجلس میں سادگی کی وجہ سے نو وارد لوگ آپ کو پہچاننے سے قاصر رہتے تھے۔

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی عینی شہادت ہے کہ حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کی پہلی بیگم صاحبہ کا انتقال ہوا تو حضرت اقدس جنازے کے ساتھ قبرستان تشریف لے گئے۔ قبر ابھی تیار نہ تھی۔ میں نے جلدی سے ایک درخت کے نیچے سفید چادر بچھائی۔ حضور اس چادر پر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد لوگ وہیں آنا شروع ہو گئے۔ جو شخص آتا حضرت اقدس اُسے فرماتے آیئے یہاں بیٹھئے اور خود پیچھے کھسک جاتے اور اسے چادر پر بٹھا لیتے "یہاں تک کہ تھوڑی دیر نہ گزری تھی جو دیکھتا ہوں کہ حضرت صاحب تو مٹی پر بیٹھے ہیں اور مرید سارے چادر پر بیٹھے ہیں۔ آنے والوں کو تو زیارت اور ملاقات کے شوق و ذوق میں یہ نظر نہ آیا مگر میں دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں کڑھ رہا تھا اور ساتھ ہی ایمان ترقی کر رہا تھا کہ خدا نے کیا مرتبہ دیا ہے اور نفس میں کس قدر انکسار اور فروتنی ہے۔"

اس سے بھی حیرت انگیز واقعہ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کا ہے جو

---

[1] حضرت بانیٔ سلسلہ کے عہد مبارک کی نسبت جو واقعات حضرت قاضی صاحب کی بیان فرمودہ روایات یا کتب میں مندرج ہیں ان میں بھی "اختلاف روایت" کی کئی مثالیں پائی جاتی ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انہی کے الفاظ میں درج ذیل کیا جاتا ہے فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ گرمی کا موسم تھا اور حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اہل خانہ لدھیانہ گئے ہوئے تھے میں اندرون خانہ گیا۔ کمرہ نیا نیا بنا تھا اور ٹھنڈا تھا۔ میں ایک چارپائی پر ذرا لیٹ گیا اور مجھے نیند آگئی۔ حضور اس وقت کچھ تصنیف فرماتے ہوئے ٹہل رہے تھے۔ جب میں چونک کر جاگا تو دیکھا کہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ میری چارپائی کے نیچے زمین پر لیٹے ہوئے تھے۔ میں گھبرا کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے بڑی محبت سے پوچھا مولوی صاحب! آپ کیوں اٹھ بیٹھے؟ میں نے عرض کیا حضور نیچے لیٹے ہوئے ہیں میں اوپر کیسے سو سکتا ہوں؟ مسکرا کر فرمایا آپ بے تکلفی سے لیٹے رہیں۔ میں تو آپ کا پہرہ دے رہا تھا۔ بچے شور کرتے تھے۔ میں ان کو روکتا تھا تاکہ آپ کی نیند میں خلل نہ آئے۔ اللہ اللہ! شفقت کا کیا عالم تھا۔"

خلاصۂ کلام:۔ المختصر یہ کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی ۱۸۹۳ء کی یادگار تصویر کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کا کوئی جواز نہیں۔ تاریخ اور سیرت کے علوم کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے اور دونوں کا سرچشمہ عقلیات یا ذوقیات نہیں بلکہ مستند معلومات اور ٹھوس حقائق ہیں۔

تحقیق کے نئے گوشے اور مفکرین احمدیت سے درخواست

بالآخر میں دنیا بھر کے احمدی مفکروں، دانشوروں اور ریسرچ سکالرز سے عرض کروں گا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی تصویر کے سلسلہ میں مزید تحقیق کے متعدد نئے گوشے اور زاویے بھی ہیں۔ اور اس علمی اور تحقیقی میدان میں ابھی بہت سا کام باقی ہے جس کی جلد تکمیل کے لئے مجھے ان کے مخلصانہ اور پُرجوش تعاون کی بے حد ضرورت ہے مثلاً

۱۔ اگرچہ انڈیا آفس سے ۱۸۹۳ء کے گروپ فوٹو میں موجود افراد کی فہرست دستیاب نہیں ہو سکی۔ مگر ممکن ہے کہ جرمنی، فرانس، ماسکو، شکاگو، واشنگٹن اور نیویارک کی لائبریریوں سے کامیابی ہو سکے۔

امیر عبدالرحمان خان نے "دبدبۂ امیری" صفحہ ۱۳۰ میں ڈیورنڈ لائن کے برطانوی وفد حسب ذیل ممبر بتائے:۔ سر مارٹمر ڈیورانڈ۔ کرنل ایلس (کوارٹر ماسٹر جنرل آفس) کپتان میک مہان۔ کپتان میزس اسمتھ مسٹر کلارک ملازم فارن آفس و منصرم پولیٹیکل اسسٹنٹ۔ میجر فن وائسرائے ہند کے ڈاکٹر اور مسٹر ڈونلڈ

اگر ان ممبران کے ورثاء سے رابطہ ممکن ہو تو امید ہے یہ گروپ فوٹو مع اسماء کے مہیا ہو جائیں گے

۲۔ "البدر" ۲۳ تا ۳۰ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۰ سے ثابت ہے کہ سفر جہلم ۱۹۰۳ء کے دوران ۔۔۔ سے انگریز مرد اور لیڈیاں حضرت اقدس کی تصویر کھینچنے کے شائق تھے ایک روایت کے مطابق جو مدت سے چلی آرہی ہے اور الفضل (قادیان) میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے۔ لاہور اسٹیشن پر ایک انگریز نے حضرت صاحبزادہ صاحب کی فوٹو لی تھی۔ مگر آج تک اس کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔

۳۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ امیر عبدالرحمان خان کے بیٹے امیر حبیب اللہ خان (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۱۹ء) کی رسم تاجپوشی حضرت صاحبزادہ صاحب کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ اے کاش! اس شاہی تقریب کا کوئی فوٹو کابل کے میوزیم یا کسی اور ملک کی لائبریری یا عجائب گھر سے دستیاب ہو جائے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کے لخت جگر سلسلہ کے جید عالم اور میرے مشفق استاد حضرت سید ابوالحسن صاحب قدسی کو عمر بھر اس کے دیکھنے کی حسرت رہی

سید احمد نور صاحب کابلی حضرت صاحبزادہ صاحب کی وفات کے خونچکاں واقعہ کے بعد بطور نشانی آپ کے بال ساتھ لائے اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی خدمت میں پیش کئے حضور نے وہ بال ایک کھلے منہ کی چھوٹی بوتل میں ڈالکر اس بوتل کو سربمہر کر دیا اور پھر اس شیشی میں تاگہ باندھ کر اپنی بیت الدعاء کی ایک کھونٹی سے لٹکا دیا۔ اور یہ سارا عمل آپ نے ایسے طور پر کیا کہ گویا ان بالوں کو آپ ایک تبرک خیال فرماتے تھے

(چشمدید واقعات حصہ اول صفحہ ۲۲)

یہ متبرک بال اگر احمدیت کی دوسری صدی تک محفوظ رہتے تو ایک احمدی کو ان کی زیارت سے کتنی روحانی مسرت اور قلبی سکون حاصل ہوتا لیکن افسوس صد افسوس! وہ تو ربع صدی کے اندر ہی غائب ہو گئے مگر اللہ نے چاہا تو حضرت صاحبزادہ صاحب کی یادگار تصویر قیامت تک محفوظ رہے گی۔

کیا ہی مبارک ہیں وہ خدام دین جو اس دائمی یادگار کے محفوظ کرنے کی سعادت حاصل کرتے اور خدا کے فضلوں کے وارث بنتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا دامن پکڑا اور قوم اور برادری کی کچھ بھی پرواہ نہ کی خدا تعالیٰ نے بھی وہ وفا کی کہ ساری دنیا جانتی ہے۔ جس مکہ سے آپ نکالے گئے تھے اسی مکہ میں ایک شہنشاہ کی شان اور حیثیت سے داخل ہوئے۔

——— حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

وصایا

ضروری نوٹ: مندرجہ ذیل وصایا مجلس کارپرداز کی منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جا رہی ہیں کہ اگر کسی شخص کو ان وصایا میں سے کسی کے متعلق یا کسی جہت سے کوئی اعتراض ہو تو دفتر بہشتی مقبرہ کو پندرہ ۱۵ یوم کے اندر اندر تحریری طور پر ضروری تفصیل سے آگاہ فرمائیں۔

سیکرٹری مجلس کارپرداز۔ ربوہ

مسل نمبر ۲۶۹۶۸:۔ میں اعظم علی ولد چوہدری سردار خان۔ قوم، جٹ۔ پیشہ ملازمت۔ عمر ۵۹ سال بیعت پیدائشی احمدی، ساکن بشیر آباد ضلع حیدر آباد۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۹۸۸-۱۱-۱۱ میں وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۸ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔ (۱) زرعی اراضی ۴ ایکڑ الاٹمنٹ واقع بشیر آباد ضلع حیدر آباد سندھ مالیتی ۷۰۰۰۰ روپے (۲) زرعی اراضی ۱½ ایکڑ ملکیت واقع کرتو ضلع شیخوپورہ (۳) سکونتی زمین ۵ مرلہ واقع کرتو ضلع شیخوپورہ۔ اس وقت مجھے مبلغ ۱۵۰۰ + ۲۰۰ روپے ماہوار بصورت ملازمت پنشن مل رہے ہیں اور مبلغ ۵۰۰۰۔۔۔ روپے سالانہ آمد از جائیداد بالا ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۸ حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتا رہونگا اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتا رہوں گا اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ اپنی جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کو ادا کرتا رہوں گا۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ گواہ شد نمبر ۱ اللہ رکھا ولد رسول بخش، بشیر آباد۔ وصیت ۷۱۴۷۔ گواہ شد نمبر ۲ سید حنیف احمد صاحب وصیت ۲۵۹۵۹۔

مسل نمبر ۲۶۹۷۱:۔ میں نزہت آرا حفیظ زوجہ محمد اختر حفیظ۔ قوم، سید، پیشہ خانہ داری۔ عمر ۵۱ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن، کراچی بحالت ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۸۸-۶-۲۴ میں وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۸ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی، اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔ (۱) زیور خاوند محترم دس ہزار روپے ۱۰،۰۰۰ روپے (۲) سلائی مشین مالیتی دو ہزار دو سو روپے ۲۲۰۰ روپے۔ (۳) زیورات طلائی ۱½ تولہ مالیتی پانچ ہزار روپے ۵۰۰۰ روپے۔ کل جائیداد سترہ ہزار دو سو روپے۔ اس وقت مجھے مبلغ ۲۰۰ روپے ماہوار بصورت جیب خرچ مل رہے ہیں۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۸ حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتی رہونگی، اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتی رہوں گی۔ اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ گواہ شد نمبر ۱، محمد اختر حفیظ خاوند موصیہ۔ گواہ شد نمبر ۲۔ نعیم الرحمن طارق سیکرٹری وصایا ناظم آباد۔ کراچی۔

بقیہ: اخبار احمدیہ

کھل گئے ہیں کوئی مشرق سے تعلق رکھتا ہے اور رشتہ مغرب میں قائم ہو رہا ہے اسی طرح شمال و جنوب آپس میں قریب آ رہے ہیں۔ یہ اتنا بڑا اور عظیم الشان نشان ہے کہ اگر کوئی انکار کرنا چاہے تو بھی نہیں کر سکتا مولانا موصوف نے ان دونوں نکاحوں کو بھی اس نشان کا مصداق قرار دیا۔

ایجاب و قبول کے بعد مولانا نے دعا کرائی جس میں حاضرین نے شرکت فرمائی

● محترم مولانا محمد احمد صاحب جلیل ناظم دارالقضاء فضل عمر ہسپتال کے کمرہ نمبر ۶ میں داخل ہیں۔ ان کا پراسٹیٹ کا اپریشن متوقع ہے اپریشن کی کامیابی اور کامل و عاجل شفایابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

● خاکسار کے بڑے بھائی مکرم لئیق احمد صاحب باجوہ ایک حادثہ میں شدید چوٹوں کی وجہ سے میو ہسپتال لاہور میں زیر علاج ہیں۔ ان کو خون کے گروپ اے نیگٹو کی بھی ضرورت ہے احباب سے ان کی مکمل صحت یابی کے لئے درخواست دعا ہے۔

ڈاکٹر وسیم احمد باجوہ۔ ربوہ

تمام خواہشیں جو خدا کی رضامندی کے مخالف ہیں دوزخ کی آگ ہیں اور ان خواہشوں کی پیروی میں عمر بسر کرنا ایک جہنمی زندگی ہے۔ لیکچر سیالکوٹ

بہائیت

روزنامہ الفضل مورخہ ۱۶ مئی ۱۹۸۹ء میں بہائیت کے زیر عنوان جناب عبدالبہاء کے مکاتیب سے ماخوذ غیر مذاہب کی کتب کے جلانے مخالفین اور منکرین بہائیت کے مقامات اور معابد کو منہدم کرنے اور گرانے اور بہائیوں کے علاوہ دوسرے تمام لوگوں کے قتل عام کے بارے میں جناب سید علی محمد باب بانی بہائیت کا فرمان شائع کیا گیا ہے یہ حکم کوئی واحد مثال نہیں ہے جناب سید علی محمد باب کی کتاب البیان میں تو اس مضمون پر مشتمل تعلیم جابجا ملتی ہے آپ البیان کے باب ۲، واحد ۶، میں فرماتے ہیں

"کل من یدخل فی ذالک الدین فاذا یطھر وکل ما نسب الیہ ثم ما نزل من ایدی غیر اھل ذالک الدین الی اھل الدین فان تطع النسبۃ عنھم واثبات النسبۃ الیھم یطھر"

پھر آگے چل کر فرمان کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اگر یومے ہزار مرتبہ در بحر داخل شوید وخارج شوید حکم طہارت جسدی نمے شوید"

کہ "ہر وہ شخص جو اس دین میں داخل ہوتا ہے فوراً پاک اور مطہر ہو جاتا ہے اور اسکی طرف منسوب ہونے والی ہر چیز بھی فوراً پاک ہو جاتی ہے اور جو کچھ غیر بہائیوں کے ہاتھ سے بہائی لوگوں کو پیش کیا جائے اور بہائیوں سے منسوب باتوں کی جو بھی اطاعت کرے اور اُن پر قائم رہے وہ بھی پاک اور مطہر ہو جاتا ہے اور اگر ایک غیر بہائی ایک دن میں ایک ہزار مرتبہ بھی سمندر میں داخل ہو کر باہر نکلے، تب بھی اس کا جسم اور بدن پاک نہیں ہو سکتا"

جناب باب غیر بہائیوں اور بہائیوں کو صرف جسمانی طور پر نجس اور گندہ ہی نہیں سمجھتے بلکہ اپنے تمام ماننے والوں اور پیروکاروں کا یہ فرض قرار دیتے ہیں کہ وہ غیر مذاہب کے ماننے والوں کے اموال وغیرہ چھین لیں چنانچہ اپنی کتاب البیان میں ایک پورا باب اس غرض کے لئے مخصوص کرتے ہیں البیان کے پانچویں واحد کے پانچویں باب کا عنوان ہی یہ ہے۔

الباب الخامس من الواحد الخامس فی بیان حکم اخذ اموال الدین لا بد ینون و البیان و حکم ردہ ان دخلوا فی الدین الا فی البلاد التی لا یمکن الاخذ"

یعنی "واحد ۵، کا باب ۵، جو اس حکم کے بارہ میں ہے کہ جو لوگ البہان کو نہیں مانتے ان کے اموال چھین لئے جائیں سوائے ایسے علاقوں جہاں سے چھیننا ممکن نہ ہو اور اس حکم کے بارہ میں کہ اگر ایسے لوگ بعد میں بہائیت قبول کر لیں تو پھر اُن کے اموال انہیں واپس کر دیئے جائیں"

پھر اسی پر بس نہیں البیان کے واحد ۷، باب ۶، میں جناب سید علی محمد باب ہر بابی بادشاہ کو توجہ دلاتے ہوئے حکم فرماتے ہیں۔

"قد فرض علی کل ملک بلیعت فی الدین البیان ان لا یجعل احد علی ارض ممن لم یدن بذالک الدین وکذالک فرض علی الناس کلھم اجمعون الا من یتجر"

لے نقل بمطابق اصل

تجارۃ کلیۃ ینتفع بہ الناس۔

کہ "ہر اس بادشاہ پر جو البیان کا پیروکار ہے فرض ہے کہ اپنے ملک میں کسی ایسے شخص کو نہ رہنے دے جو اس دین کا ماننے والا نہیں اور یہ امر تمام بابیوں پر بھی بطور فرض کئے ہے۔ ہاں ایسے شخص کو اجازت ہو سکتی ہے جو لوگوں کے لئے نفع کی تجارت کرتا ہے"

البیان واحد ۶، باب ۱۵ میں یہ حکم بھی مذکور ہے کہ جو شخص بھی جناب سید علی محمد باب یا ان کے بعد پیدا ہونے والے موعود (جناب بہاؤ اللہ) کو کسی بھی نوع کا رنج یا دُکھ یا تکلیف پہنچائے وہ واجب القتل ہے اور ہر بابی اور بہائی پر یہ فرض ہے کہ ایسی صورت میں وہ ہر ممکن حیلہ کر کے ایسے شخص کو موت کے گھاٹ اتار دے۔

لے نقل بمطابق اصل

سرزمین قادیان کا ادویہ ساز

مشہور دواخانہ

۱۹۱۱ء سے مصروف خدمت

گوجرانوالہ، ربوہ، قلعہ کالر، ملتان، کراچی

خبریں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

★ انصاف وقانون کے وفاقی وزیر سید افتخار گیلانی نے کہا ہے کہ اسلام کو اجارہ داری بنانے کا رجحان ختم ہونا چاہئے انہوں نے کہا کہ کسی کو لوگوں سے فتویٰ لینے کی ضرورت نہیں کہ وہ سچا مسلمان ہے یا نہیں، انہوں نے کہا کہ مذہب اللہ اور اسکے بندے کے درمیان معاملہ ہے اور اسلام پیشوائیت کے خلاف ہے، نیز کسی کو پوپ کا کردار ادا کرنے نہیں دیا جائے گا۔

★ سی آئی اے کے ڈائریکٹر ولیم ویبسٹر نے سینٹ کی انٹیلی جینس کمیٹی میں انکشاف کیا ہے کہ بھارت ہائیڈروجن بم بنا رہا ہے۔ انہوں نے تصدیق کی کہ مغربی جرمنی نے امریکی اجازت طلب کئے بغیر بھارت کو پریسیژن لی تھیپ ارسال کی تھی، انہوں نے کانگرس کو یہ بھی بتایا کہ پاکستان ایٹمی پروگرام میں ترقی کر رہا ہے جس سے پاکستان اور بھارت کے درمیان اسلحہ کی دوڑ شروع ہو سکتی ہے۔

امریکی محکمہ دفاع نے یہ خدشہ بھی ظاہر کیا ہے کہ بھارت کسی بھی وقت پاکستان پر حملہ کر سکتا ہے۔

★ واپڈا کی طرف سے حالیہ لوڈشیڈنگ کے نتیجہ میں ملک میں صنعتی پیداوار میں چالیس سے پچاس فیصد تک کمی ہوئی ہے۔

★ فلپائن کے سابق صدر مارکوس امریکہ کے ایک ہسپتال میں قریب المرگ ہیں، وہ بے ہوش ہیں اور انکے پھیپھڑوں نے بھی کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔ ڈاکٹروں کیمطابق وہ اب کسی وقت بھی مر سکتے ہیں، فلپائن کی صدر مسز اکینو نے سابق صدر مارکوس کو فلپائن میں دفنانے کے مشورہ کو یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ اس سے لوگ، اشتعال میں آجائیں گے۔

★ بنگلہ دیش میں اسہال کی بیماری سے اب تک ۱۵۰۰ افراد ہلاک ہو چکے ہیں جن میں زیادہ تر بچے شامل ہیں۔

★ پاکستان بینکنگ کونسل وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کی ہدایت پر کروڑوں روپے سود معاف کرانے والوں کی فہرست تیار کر رہی ہے۔ ایک محتاط اندازے کیمطابق بااثر شخصیتوں نے پانچ ارب روپے سے زائد کے قرضے غیر قانونی طور پر معاف کرائے ہیں جنہیں موجودہ حکومت نے ہر قیمت پر وصول کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔

★ مارشل لاء دور میں پھانسی کی سزا پانے والے مشہور سیاسی کارکن رزاق جھرنا کے وکیل مسٹر نفیر احمد ملک ایڈووکیٹ کو گذشتہ دنوں لاہور پولیس نے گرفتار کر لیا ہے، مسٹر نفیر ملک کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ ان کے پاس رزاق جھرنا کے بارے میں اہم دستاویزات موجود ہیں جو وہ وفاقی حکومت کے حوالے کرنا چاہتے تھے جبکہ پنجاب حکومت ان سے وہ دستاویزات حاصل کرنا چاہتی تھی، مسٹر نفیر ملک نے اس ضمن میں کئی اخباری بیانات بھی دیئے تھے، مسٹر نفیر ملک کے خلاف بعض دیگر مقدمات دائر کئے گئے جن سے مقامی مجسٹریٹ نے انہیں بری کر دیا۔ انکی پیروی کے لئے لاہور کے ۱۰۰ وکلاء پیش ہوئے

بیماری نہیں چھوڑتی؟

۱۔ ٹیسٹوں اور ایکسرے وغیرہ سے تشخیص نہ ہو سکے

۲۔ دوائیں چند دن کے بعد بے اثر ہو جائیں

۳۔ طبیعت دواؤں کو برداشت نہ کر سکے

۴۔ مریض خطرناک اپریشن سے ڈرتا ہو یا

۵۔ ایک سے زیادہ متضاد بیماریاں اکٹھی ہوں تو .....؟

ان مسائل کا حل کیوریٹو لٹریچر میں ملے گا۔

۳/- روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر یا کیوریٹو سٹاکسٹوں سے طلب کریں۔ ڈاکٹرز کیلئے فری۔

کیوریٹو میڈیسن کمپنی (شعبہ اشاعت) گولبازار۔ ربوہ

فون: سیلز ۷۷۱، کلینک ۶۰۶ رہائش ڈاکٹرز ۶۰۷